قرآنی علم وفہم کا درجہ حکمت

(تیسری قسط)

—— مولانا محمد تقی امینی

"احسن تقویم" میں نور فطرت کی وجہ سے شرح صدر ہوا۔ سعادت کی طرف رجحان ہوا، انسان امور سعادت کے لائق بنا اور پھر ان کو قبول کرنے پر آمادہ ہوا۔ قرآن حکیم میں ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝	(کیا وہ جن کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہیں۔ اور جن کے دل سخت ہو چکے ہیں، یکساں ہوں گے)

شرح صدر یہ ہے :-

بسطة بنور الٰهی وسكينة من جهة الله وروح منه	نور الٰہی کے ذریعے دل کی کشادگی اور اللہ کی طرف سے رحمت وسکینت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان الله تبارك وتعالٰی خلق خلقه فی ظلمة فالقی علیهم من نوره فمن اصابه من ذالك النور اهتدی ومن اخطاه ضل	اللہ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا، جس شخص نے اس نور کے ذریعہ اپنے کو درست کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے درست نہیں کیا وہ گمراہ ہوا

انبیاء علیہم السلام کا نور فطرت سب سے زیادہ قوی، سب سے زیادہ روشن، سب سے زیادہ رہنمائی دینے والا اور سب سے زیادہ امور سعادت پر آمادہ کرنیوالا

ہے۔ اس لحاظ سے وہ " آفتاب آمد دلیلِ آفتاب " کے مصداق ہے اور دوسرے انسانوں کے لئے عملی شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:۔

یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ	اے میری قوم کے لوگو! غور کرو، اگر میں
مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ	اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں
فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا	اور اس نے اپنی رحمت خاصہ سے بھی نوازا
وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۝	لیکن تمہیں نہیں دکھائی دے رہی ہے تو

کیا ہم اس کو جبراً تمہارے اوپر چپکا دیں۔ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:۔

یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ	اے میری قوم کے لوگو! دیکھو تو سہی اگر
مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً	میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل
فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ	پر ہوں اور اس نے اپنی رحمت خاصہ سے
عَصَیْتُہٗ قف فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ	بھی نوازا تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں
غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝	تو اس کے مقابلے میں کون میری مدد کریگا
(سورۂ ھود آیت ۶۳)	تم میرے خسارہ ہی میں اضافہ کرنا چاہتے ہو

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:۔

اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ	اے میری قوم کے لوگو! سوچو تو سہی اگر میں
مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْہُ رِزْقًا	اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں
حَسَنًا ط وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ	اور اس نے رزق حسن (رحمت خاصہ)
اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ط اِنْ اُرِیْدُ	عطا فرمایا تو اس کے سوا تمہیں اور کس چیز
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط	کی دعوت دوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ
(سورۂ ھود آیت ۸۸)	جس سے تمہیں روکتا ہوں اس کو میں خود
	اختیار کروں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں

ان آیتوں میں دعوت کی بنیاد بیّنہ (نورِ فطرت) اور رحمت (نورِ وحی) دونوں پر رکھی گئی ہے جس سے اس راہ میں خاص طور سے نورِ فطرت کی اہمیت و رہنمائی واضح ہوئی،

اور نورِ وحی کے ساتھ اس کی مطابقت کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ مفسّرین نے "بیّنہ" سے شعوری یقین، الٰہی فیضان و بصیرت وغیرہ اور رحمت و رزقِ حسن سے نبوّت و حکمت مراد لیا ہے۔ نورِ وحی کی تعبیر رزقِ حسن کے ساتھ کرنے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بقائے حیات کے لئے مادّی رزق ضروری ہے اسی طرح بقائے انسانیت کے لئے معنوی رزق (نورِ وحی) ضروری ہے۔ نورِ فطرت ہی کی رہنمائی پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے عنفوانِ شباب میں اپنے باپ اور اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ (سورۂ انبیاء آیت ۵۲)	یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی پوجا پر تم جم کر بیٹھ گئے ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبوّت سے پہلی زندگی بطور سند پیش کی:

لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	میں اس سے پہلے تم میں عمر کا بڑا حصّہ گزار چکا ہوں۔ کیا اس کو تم نہیں سمجھتے ہو

(سورۂ یونس آیت ۱۶)

اسی طرح قبل از نبوّت تمام نبیوں کی زندگیاں نورِ فطرت کی رہنمائی پر شاہدِ عادل ہیں کہ وہ شرک و بت پرستی، مادّی کثافتوں و ہمہ قسم کی آلودگیوں سے صاف ستھری رہیں اور ان صفات و خصائص سے آراستہ رہیں جن کا نزول فطرت کی جانب سے ہوتا تھا۔ وحی کے نزول کا سلسلہ تو بعد میں شروع ہوتا رہا۔

"احسن تقویم" میں نورِ فطرت کی وجہ سے نوری امتزاج عمل میں آیا جس نے انسان کو غیر معمولی صلاحیتوں و سرفرازیوں سے نوازا اور نیابت (اللہ کی) و قیادت (کائنات کی) کا مستحق ٹھہرایا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ نورِ فطری اور ذوقِ طبعی (جو اسکے اجزائے ترکیبی کے خواص سے تیار ہوا تھا) ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور انفرادی حیثیت سے دونوں میں کوئی اس قابل نہیں کہ انسان کو مطلوب مقام و منصب کے لائق بنا سکے۔

چنانچہ ذوقِ طبعی کے خواص کو ملحوظ رکھ کر فرشتوں نے کہا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا	کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین

یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ — میں فساد و خون ریزی کرے گا۔

نورِ فطری کے خواص اگرچہ فرشتوں میں موجود تھے لیکن وہ آدم کے ساتھ مقابلہ کے امتحان میں ناکام ہوئے اور ان الفاظ میں اپنے عجز کا اظہار کیا

سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (البقرۃ - ۲۲) — آپ کی ذات پاک ہے۔ ہمیں تو کچھ علم نہیں مگر وہی جو آپ نے دیا۔

لیکن نورِ فطری کے خواص کا امتزاج جب ذوقِ طبعی کے خواص سے ہوا تو ایک "ایسی توانائی" وجود میں آئی جس نے انسان کو وہ کچھ دیا جس کو دینے کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔

غالباً اسی توانائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واقعہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ جواب دیا تھا:

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرۃ ۳۰) — میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

نوری امتزاج کا عمل نہایت نازک و باریک اور صناعی کا بہترین شاہکار ہے جس کا تحلیل و تجزیہ انسان کے بس سے باہر ہے صرف مظاہر کو دیکھ کر اس کا پتہ لگایا جا سکتا ہے اور اوصاف و خصائص کے ذریعہ اس کے اثرات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نورِ فطرت کی کرنیں اپنے وظیفہ کے لحاظ سے مختلف گروپ میں تقسیم ہیں اور ہر ذوقِ طبعی کی لہریں اپنی کارکردگی کے لحاظ سے بھی مختلف گروپ میں تقسیم ہیں۔ کرنوں کے جس گروپ کو لہروں کے جس گروپ کے ساتھ خاص وظیفہ کی ادائیگی میں مناسبت ہوتی ہے بس اس کا اس کے ساتھ امتزاج کر دیا جاتا ہے اور پھر اسی کے لحاظ سے انسان کی خصوصیتوں اور صلاحیتوں میں تفاوت ہوتا ہے۔

گفتگو نوری امتزاج کے قدرتی عمل کی ہے کہ اس کے ذریعے کرنوں کو نامیاتی لہروں میں مستحکم کر کے ان لہروں کو متعلقہ خاص کام کی ادائیگی کے قابل بنایا جاتا ہے۔ (کہ اس کام کو تنہا یہ کرنیں انجام دے سکتی ہیں اور نہ یہ لہریں) ورنہ جہاں تک نورِ فطرت سے فیضیاب ہونے کا تعلق ہے سبھی لہریں حسبِ حیثیت ان سے مستفیض ہو کر ہی احسن تقویم میں اپنا جواز مہیا کرتی ہیں جس طرح سورج کی شعاعوں سے سبھی مادی اشیاء

مستفیض ہوتی ہیں، لیکن جن نامیاتی مادوں سے متعلق خاص کام ہوتا ہے وہ ان کرنوں کو اپنے اندر جذب کر کے ان سے روشنی، قوت اور غذائیت حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ مادّے مفوضہ کام کے انجام دینے کے قابل بنتے ہیں۔

مادّی اشیاء میں اس قسم کے نوری امتزاج کے قدرتی عمل سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔ کرۂ ارض کی ساری چہل پہل اس کی مرہونِ منت ہے۔ خوردنی اشیاء کی ہر بنیادی کڑی اسی پر منحصر ہے اور زندگی کے تحفظ و بقا کے لئے اس کے کلیدی رول پر سبھی کا اتفاق ہے۔ جب مادّی اشیاء میں نوری امتزاج کا یہ کردار مسلّم ہے تو انسان کے اوصاف و کمالات میں اس کے تسلیم کرنے میں کیا دشواری ہے! انسان جو ایک طرف تکوینِ کائنات کا نقطۂ اوّلین اور تخلیقِ کائنات کا گلِ سرسبد ہے اور دوسری طرف حریمِ قدس کا رازدان نوامیسِ فطرت کا نکتہ داں ہے۔ وہ کیونکر اللہ کے نور (نورِ فطرت اسی کا پرتو ہے) سے محروم قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور نور کے بغیر فرائض کی انجام دہی کا مطالبہ اس سے کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جن کے لئے نوری صفات و کائناتی خصوصیات دونوں کی نمائندگی درکار ہے۔

چنانچہ نوری امتزاج کے بعد ہی وہ عہد لیا گیا جو رہتی دنیا تک انسان میں نوری صفات کی نمائندگی کی ضمانت پیش کرتا ہے اور اس کے بعد ہی وہ مظاہرہ کرایا گیا جو کائنات تک انسان میں کائناتی خصوصیات کی ضمانت دیتا ہے۔

نوری صفات کی نمائندگی کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ	اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں! سب نے کہا بے شک آپ رب ہیں۔

مفسّرین نے اس عہدِ فطرت کو عالمِ ارواح یا عالمِ مثال کا واقعہ تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کو خلافتِ آدم کے واقعہ کی ایک کڑی تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

کائناتی خصوصیات کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ	اور اللہ نے آدم کو کل اسماء سکھائے

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

(سورۃ بقرۃ ۳۱)

قرینہ سے الاسماء کا الف لام عہد کا معلوم ہوتا ہے۔ مراد کچھ خاص اسماء ہیں جن کا کل مراد ہے۔ الاسماء کی یہ تفسیر کی گئی ہے:۔

الھمہ معرفۃ ذوات الاشیاء وخواصھا واسماءھا واصول العلوم وقوانین الصناعات وکیفیۃ الاتھا۔

اللہ نے آدمؑ کو اشیاء کی ذات، خواص اور نام نیز علم کے اصول، صنعتوں کے قوانین اور آلات کی کیفیت الہام کی

علمہ صفات الاشیاء ونعوتھا وخواصھا

اللہ نے آدمؑ کو اشیاء کی صفات اور ان کے خواص سکھائے۔

علم سے بھی اجمالی علم مراد لیا گیا ہے جس سے خصوصیت وصلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

علما اجمالیا ولیس المراد العلم التفصیلی۔

اجمالی علم مراد ہے نہ کہ تفصیلی

نوری امتزاج کے عمل کی جگہ غالباً تحت الشعور ہے جو شعور سے کہیں زیادہ بڑا اور انسان کے جذبات وخواہشات کا سرچشمہ تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ آدم وحوّا نے جب تحت الشعوری جذبہ وخواہش کے تحت حکم عدولی کی اور اس درخت کے قریب گئے جس کے قریب جانے سے انہیں روکا گیا تھا تو اس فعل کو وہ شعور نہ برداشت کر سکا جو نوری امتزاج کے باعث ابھرا تھا اور دونوں کو یہ کہنے پر آمادہ کر دیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (سورہ اعراف ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہمارے اوپر رحم نہ کریں گے تو ہمارے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے

ظاہر ہے کہ اس ابتدائی زندگی میں نوری امتزاج کے علاوہ شعور کے ابھرنے کا کوئی اور ذریعہ و تجربہ نہ تھا۔

(جاری ہے)